URDU KI KHAWATEEN TANQID NIGARON KI ADABI KHIDMAAT KA JAIZA

ABSTRACT

SUBMITTED FOR THE AWARD OF THE DEGREE OF

Doctor of Philosophy

IN

URDU

By

FAUZIA KHAN

UNDER THE SUPERVISION OF

PROF. QAZI JAMAL HUSAIN

DEPARTMENT OF URDU
ALIGARH MUSLIM UNIVERSITY
ALIGARH-202002 (INDIA)

2017

URDU KI KHAWATEEN TANQID NIGARON KI ADABI KHIDMAAT KA JAIZA

ABSTRACT

SUBMITTED FOR THE AWARD OF THE DEGREE OF

Doctor of Philosophy

IN

URDU

By

FAUZIA KHAN

UNDER THE SUPERVISION OF

PROF. QAZI JAMAL HUSAIN

DEPARTMENT OF URDU
ALIGARH MUSLIM UNIVERSITY
ALIGARH-202002 (INDIA)

2017

URDU KI KHAWATEEN TANQID NIGARON KI ADABI KHIDMAAT KA JAIZA

THESIS

SUBMITTED FOR THE AWARD OF THE DEGREE OF

Doctor of Philosophy

IN

URDU

By

FAUZIA KHAN

UNDER THE SUPERVISION OF

PROF. QAZI JAMAL HUSAIN

DEPARTMENT OF URDU
ALIGARH MUSLIM UNIVERSITY
ALIGARH-202002 (INDIA)

2017

خلاصۂ کلام

زندگی کے تمام شعبوں میں انسان نے شعوری اور غیر شعوری طور پر اچھے- برے میں تمیز کرنے کے لیے کچھ اصول مقرر کیے ہیں۔ حسن و قبح میں فرق کرنا یا اس کی پرکھ کرنا تنقید ہے لیکن ادبی تنقید اس سے مختلف ہوتی ہے۔ کسی فن پارے کی توضیح، موازنہ، تجزیہ، تعین قدر، ادب کا زندگی سے رشتہ، ادب کی ماہیت وغیرہ ادبی تنقید کے دائرہ کار میں آتے ہیں۔ تنقید فن پارے کا معیار متعین کر کے اس کی صحیح قدر و قیمت بیان کرتی ہے۔ کوئی بھی تخلیق بغیر تنقیدی شعور کے ممکن نہیں اور یہی وجہ ہے کہ ادب میں تنقید کی ابتدا اسی وقت ہو جاتی ہے جب فن کار کے ذہن میں کسی فن پارے کی تخلیق کا عمل ابتدائی مراحل میں ہوتا ہے۔ بقول حالی ''ایک ایک لفظ کے لیے اسے ستر ستر کنویں جھانکنے پڑتے ہیں۔'' غرض یہ کہ فن کار اپنی تخلیق کے لیے مناسب الفاظ کے استعمال کے ساتھ ساتھ اس پر مختلف زاویوں سے نظر ڈالتا ہے۔ فن کار کے اسی غور و فکر کے عمل کو تنقید کا ابتدائی مرحلہ کہا جا سکتا ہے۔ تنقید اپنے منصب کی ادائیگی کے لیے جس طریقۂ کار کو عمل میں لاتی ہے، اس میں تجزیہ، تشریح اور تعین قدر اہمیت کے حامل ہیں۔ اس لیے نقاد کا فریضہ یہ ہوتا ہے کہ وہ تشریح و تجزیے کے بعد فن پارے کی قدر و قیمت متعین کرتے ہوئے اس کے محاسن و معائب کی نشاندہی کرے۔ نقاد فن پارے کی تنقید کرتے وقت دو پہلوؤں کو مدنظر رکھتا ہے۔ پہلا ادب پارے میں کیا کہا گیا ہے اور دوسرا کیسے کہا گیا ہے؟ حالانکہ ادب کو سمجھنے کی یہ تفریق مصنوعی لگتی ہے مگر یہ کارگر ثابت ہوتی ہے۔ ادب میں اس کیا اور کیسے کے لیے دو اصطلاحات مقرر کی گئی ہیں۔ پہلی مواد اور دوسری ہیئت۔ کوئی بھی فن کار اپنے انگنت تجربات و خیالات میں سے کسی ایک کا انتخاب کرتا ہے اور اسی کو موثر انداز میں بیان کرنے کے لیے مناسب اور دلکش الفاظ کا استعمال کرتا ہے۔ نقاد اسی مواد اور ہیئت کے دائرے میں رہ کر فن پارے کی قدر و قیمت متعین کرتا ہے۔ اس کے علاوہ نقاد کا کام یہ بھی ہے کہ فن کار نے جن خیالات یا

تجربات کو اپنی تخلیقات میں پیش کیا ہے اس کا تجزیہ کرے اور ان علامتوں، اشاروں، تلمیحات اور دیگر فنی تدابیر کی بھی نشان دہی کرے، جن کا استعمال فن پارے میں کیا گیا ہے۔ اس کام کے لیے نقاد میں کچھ خاص صلاحیتوں کا ہونا بے حد ضروری ہے۔ نقاد میں زبان اور الفاظ کی باریکیوں کو سمجھنے کی صلاحیت ہونی چاہیے۔ اسے اپنی زبان کے علاوہ دیگر زبانوں کا بھی علم ہونا چاہیے۔ نقاد کا شعر فہم اور زبان شناس ہونا نہایت ہی ضروری ہے کیونکہ اگر تنقید نگار زبان کے رموز و نکات سے واقف نہیں ہوگا تو وہ اعلیٰ درجے کی تنقید نہیں کر سکے گا۔ نقاد کے لیے زبان کے علم کے ساتھ روایت سے آگہی یعنی تاریخی شعور کا ہونا بھی لازمی ہے کیونکہ روایت سے آگہی کے بغیر وہ فن پارے کی صحیح قدر و قیمت متعین نہیں کر پائے گا۔ اس لیے ضروری ہے کہ نقاد کو قدیم کے ساتھ ساتھ جدید علوم کا بھی علم ہو۔ ادب میں مسلسل نئے تجربات ہو رہے ہیں، جس سے بلاشبہ تنقید بھی متاثر ہو رہی ہے اور یہی سبب ہے کہ تنقید میں بھی نئے رجحانات اور دبستان شامل ہوتے جا رہے ہیں۔ اس لیے نقاد کو تمام دبستانوں کی خصوصیات کے ساتھ ان کے درمیان فرق کا علم ہونا بھی ضروری ہے۔ نقاد کو جب تک ان باتوں کا علم نہیں ہوگا تب تک وہ معیاری تنقید نہیں کر سکتا۔

اردو میں تنقید کی باقاعدہ ابتدا حالؔی کی 'مقدمہ شعر و شاعری' سے ہوتی ہے حالانکہ حالی سے قبل شعرائے اردو کے تذکروں میں تنقید کے دھندلے نمونے دیکھنے کو ملتے ہیں مگر بعض ناقدین تذکروں کو تنقید تسلیم نہیں کرتے۔ حالی کے بعد تنقید کی روایت میں جہاں مردوں کی ایک طویل فہرست نظر آتی ہے وہیں دوسری جانب خواتین کی تنقید نگاری کا جائزہ لیں تو یہ مردوں کے مقابلے میں نسبتاً کم ہے۔ مطالعہ کے بعد اس کی دو وجوہات سامنے آئیں۔ پہلی سب سے بڑی وجہ خواتین کی دلچسپی شاعری اور فکشن کے مقابلے میں تنقید سے کم تھی۔ اور دوسری جن خواتین نے تنقید کی روایت کو فروغ دینے کی کوشش بھی کی تو ان کی صحیح قدر و قیمت متعین نہیں ہو سکی۔ جس کی وجہ سے ان لوگوں نے لکھنا ہی ترک کر دیا لیکن تانیثیت کی تحریک کے وجود میں آنے کے بعد خواتین نے شعر و ادب کے میداں میں خاطر خواہ خدمات انجام دیں۔ تانیثیت ایک ایسی تحریک ہے جس نے معاشرے میں عورتوں کو مردوں کے برابر حقوق دلانے کے لیے آواز بلند کی۔ اس کے علمبرداروں کا مطالبہ تھا کہ معاشرے میں عورتوں کو بھی وہی حقوق ملنے چاہئیں جو مردوں کو حاصل ہیں۔ مردوں نے ہمیشہ اپنی بالادستی قائم رکھتے ہوئے زندگی کے تمام شعبوں میں ان کا استحصال کیا ہے۔ ابتدا

میں یہ ایک اصلاحی تحریک تھی جس کا مقصد عورتوں کی غلامی کا خاتمہ کر کے انہیں وہ تمام حقوق دلانا تھا جس
کی وہ مستحق تھیں۔ تانیثیت کی تحریک کے وجود میں آنے کے بعد خواتین نے نہ صرف معاشرے میں بلکہ
شعر وادب میں بھی اپنا منفرد اور نمایاں مقام حاصل کیا۔ ان خواتین نے بڑی بے باکی کے ساتھ مرد اساس
معاشرے کو تنقید کا نشانہ بنایا۔ شاعری اور فکشن کے ساتھ ساتھ تنقید کے میدان میں بھی خواتین نے نمایاں
خدمات انجام دیں۔ حالانکہ خواتین نے بیسویں صدی کے اوائل سے ہی مضامین لکھنے شروع کر دیے تھے
مگر ان مضامین کی نوعیت اصلاحی، سماجی اور تاثراتی تھی۔ ان میں نذر سجاد حیدر، حجاب امتیاز علی، صغرا ہمایوں
مرزا، ز۔ خ۔ ش۔، بیگم انیس قدوائی، عطیہ فیضی وغیرہ کے نام اہمیت کے حامل ہیں۔ خواتین تنقید نگاری کی
باضابطہ ابتدا رشید جہاں سے ہوئی۔ رشید جہاں نے نہ صرف تنقیدی نوعیت کے مضامین تحریر کیے بلکہ بعد کی
خواتین کے لیے راہ بھی ہموار کی۔ حالانکہ رشید جہاں کے مضامین میں کسی دبستان کی تلاش بے سود
ہے۔ انھوں نے تاثراتی انداز کے ہی مضامین لکھے ہیں مگر ان کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ خواتین
کے ادب میں ایک نئی اور چونکا دینے والی آواز عصمت چغتائی کی تھی۔ انھوں نے اپنی ادبی زندگی کا آغاز
۱۹۴۰ء میں کیا۔ انہیں عورتوں کی بدحالی کا بخوبی اندازہ تھا۔ اس لیے ان کی تحریروں میں تانیثی حسیت اور
تانیثی شعور کی واضح جھلک دیکھنے کو ملتی ہے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ رشید جہاں اور عصمت چغتائی کے
مضامین کا کوئی مجموعہ ابھی تک شائع نہیں ہوا ہے۔ مگر ان کے متعدد مضامین جو مختلف رسائل میں شائع
ہوئے ان کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ صالحہ عابد حسین، رفیعہ سلطانہ، صفیہ اختر وغیرہ نے بھی اپنی
ادبی زندگی کا آغاز تقریباً عصمت چغتائی کے ساتھ ہی کیا لیکن ان خواتین نے تاثراتی نوعیت کے ہی
مضامین لکھے، جس وقت یہ خواتین لکھ رہی تھیں اس وقت ترقی پسند تنقید کا دور تھا، اس لیے ان کے مضامین
میں اس تحریک کے بھی نمایاں اثرات دیکھنے کو ملتے ہیں۔

خواتین تنقید نگاروں میں ایک اہم اور منفرد نام قرۃ العین حیدر کا بھی ہے، جو اردو ادب میں ایک
سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہیں۔ وہ ایک صاحب اسلوب ادیبہ تھیں، جنھوں نے خواتین تنقید نگاری کی
روایت کو مستحکم کیا۔ انھوں نے اردو کے بیشتر موضوعات پر مضامین لکھے۔ ان کی تحریروں میں بیک وقت
فلسفہ، تاریخ، تہذیب و تمدن اور نفسیاتی تنقید کی مثالیں دیکھنے کو ملتی ہیں۔ ان کے تنقیدی مضامین کا مجموعہ

'داستان عہد گل' اور 'گل صد برگ' کے عنوان سے منظر عام پر آ چکے ہیں۔ جن میں مختلف موضوعات پر مضامین ہیں۔ قرۃ العین حیدر کے بعد ساجدہ زیدی اور زاہدہ زیدی کے نام اہمیت کے حامل ہیں۔ انھوں نے اپنی تخلیقات کے ذریعہ اردو میں نفسیاتی تنقید کے دبستان کو فروغ دیا۔ فن پارے کی قدر و قیمت متعین کرنے کے علاوہ ان خواتین نے بعض اصولی بحثیں بھی کی ہیں۔ ان دونوں بہنوں کا انگریزی کا مطالعہ وسیع تھا اس لیے ان کے مضامین میں مغربی ادب کے حوالے کثرت سے ملتے ہیں۔ خواتین تنقید نگاری میں ایک اہم نام سیدہ جعفر کا ہے۔ مصنفہ کے تین تنقیدی مضامین کے مجموعے منظر عام پر آ چکے ہیں، جس میں مختلف موضوعات پر مضامین ہیں۔ وہ فن پارے کو صرف ایک نقطۂ نظر سے دیکھنے کی قائل نہیں تھیں بلکہ تنقید کرتے وقت اس کے تمام پہلوؤں کو مدنظر رکھتی تھیں۔ جس کی وجہ سے ان کو کسی ایک دبستان سے منسلک کر دینا ان کے ساتھ ناانصافی ہوگی۔ ان کی تحریروں میں بیک وقت تاثراتی، نفسیاتی، ترقی پسندی، جمالیاتی اور ساختیاتی تنقید کے نمونے دیکھنے کو ملتے ہیں۔ سیدہ جعفر کے بعد خواتین تنقید نگاری کے میدان میں صغرا مہدی کا نام اہمیت کا حامل ہے۔ صغرا مہدی نے اکبر کی شاعری کے تنقیدی مطالعہ پر اپنی پی ایچ. ڈی. کا مقالہ لکھا تھا۔ جو مصنفہ کی تنقیدی صلاحیت کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ اس کتاب میں انھوں نے اکبر کی شاعری کو مختلف ادوار میں تقسیم کر کے ان کی شاعری کے تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔ اس کے علاوہ صغرا مہدی نے بعض تانیثی نوعیت کے مضامین بھی لکھے۔ صغرا مہدی کے بعد قمر جہاں نے اس روایت کو آگے بڑھایا۔ قمر جہاں نے اختر شیرانی کی جنسی و رومانی شاعری کے علاوہ غالب، فیض، اقبال، اختر الایمان، خلیل الرحمٰن اعظمی وغیرہ پر بھی مضامین لکھے۔ قمر جہاں تنقید کو ذاتی پسند و ناپسند سے دور رکھتی ہیں ان کے نزدیک اچھی تنقید کو تاثرات و تعصبات سے پاک ہونا چاہیے۔ اس لیے انھوں نے اپنی تنقید نگاری میں بھی اسی اصول کو برتا جس وجہ سے ان کے مضامین کی اہمیت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

اردو ادب میں تانیثیت کی تحریک کے وجود میں آنے کے بعد خواتین کی ایک بڑی تعداد شعر و ادب کے افق پر نمودار ہوئی۔ خواتین چونکہ اس تحریک سے جذباتی طور پر وابستہ تھیں، اس لیے اس وقت لکھے گئے ادب میں غم اور غصے کے ملے جلے اثرات دیکھنے کو ملتے ہیں۔ شعر و ادب میں مردوں نے ہمیشہ عورتوں کا استحصال کرتے ہوئے ان کی ادبی حیثیت سے انکار کیا ہے اور ان کو وہ درجہ نہیں دیا جس کی وہ مستحق تھیں۔

اس لیے انھوں نے اپنی تحریروں کے ذریعہ نہ صرف مردوں کے ظلم وستم کے خلاف آواز بلند کی بلکہ صدیوں سے چلی آرہی عورتوں کی غلامی کا خاتمہ بھی کیا۔ شاعری اور فکشن کے علاوہ تنقید بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔ تانیثی تنقید کے ناقدین نے بنیادی طور پر دو باتوں پر زور دیا۔ اول یہ کہ خواتین کی تحریروں کا مطالعہ اس طرح کیا جائے کہ ان کو وہ اہمیت حاصل ہو سکے جس کی وہ مستحق ہیں۔ دوسری یہ کہ تاریخ کے صفحات میں گم عورتوں خواہ وہ اہم ہو یا غیر اہم ان کی تحریروں کو دریافت کر کے ان کی قدر و قیمت متعین کی جائے۔ ان کے نزدیک جب تک خواتین کی ایک مربوط ادبی تاریخ تیار نہیں ہوگی تب تک ان کی ادبی حیثیت کو یوں ہی نظر انداز کیا جاتا رہے گا۔ خواتین میں تانیثی تنقید کی واضح جھلک شہناز نبی، ترنم ریاض، ارجمند آرا وغیرہ کے یہاں دیکھنے کو ملتی ہے۔ ان خواتین نے خالص تانیثی نوعیت کے نظری اور عملی مضامین تحریر کیے۔ شہناز نبی نے اپنے تنقیدی مضامین کے مجموعے 'تانیثی تنقید' میں تانیثیت کی تعریف، مفہوم اور آغاز وارتقا کے ساتھ خواتین کی تخلیقات کا از سر نو جائزہ لیا ہے۔ اس کتاب میں شہناز نبی نے ز۔خ۔ش۔، ادا جعفری، فہمیدہ ریاض، کشور ناہید، پروین شاکر، شفیق فاطمہ شعریٰ، ساجدہ زیدی، زاہدہ زیدی، ترنم ریاض وغیرہ کی نظموں کے تجزیے کے ذریعہ ان کی قدر و قیمت متعین کی ہے۔ تانیثی تنقید کے سلسلے میں ان کی ایک اہم کتاب فیمینزم تاریخ و تنقید ہے۔ اس کتاب میں مصنفہ نے تانیثیت کی تاریخ، آغاز وارتقا اور مختلف ممالک میں اس تحریک کے زیر اثر لکھے گئے ادب کا جائزہ لیا ہے۔

ہندوستان کے برعکس پاکستان کی خواتین تنقید نگاروں کا مطالعہ کریں تو دونوں جگہ کے ادب میں نمایاں فرق دیکھنے کو ملتا ہے۔ پاکستان کی خواتین تانیثی تحریک سے زیادہ جذباتی طور پر وابستہ ہیں۔ ان کی تحریروں میں جابجا مردوں کے لیے غصہ اور احتجاج نظر آتا ہے۔ انھوں نے مردوں کے بنائے ہوئے تمام اصولوں کو نہ صرف ماننے سے انکار کیا بلکہ اپنے منفرد اسلوب اور موضوعات کے ذریعہ لوگوں کو حیرت میں ڈال دیا۔ پاکستان میں ایسی بہت سی خواتین ہیں جنھوں نے تنقید کی روایت کو مستحکم کرنے میں خاطر خواہ خدمات انجام دیں۔ ان میں ممتاز شیریں، فاطمہ حسن، طاہرہ اقبال، کشور ناہید، زاہدہ حنا، تنویر انجم، فہمیدہ ریاض، روبینہ شاہین، فاطمہ تنویر، ساجدہ حسن، خالدہ حسین وغیرہ کے نام اہمیت کے حامل ہیں۔ ان خواتین میں سے بیشتر نے تانیثی تنقید کو ہی اپنی تحریروں میں استعمال کیا۔ اس لیے ہندوستان کے مقابلے

پاکستان میں تانیثی تنقید کی زیادہ مستحکم روایت دیکھنے کو ملتی ہے۔

غرض یہ کہ خواتین تنقید نگاروں کے فن کا جائزہ لینے کے بعد یہ اندازہ ہوتا ہے کہ خواتین نے بھی مردوں کے شانہ بہ شانہ تنقید کو فروغ دینے میں بخوبی اپنا کردار ادا کیا ہے مگر یہ الگ بات ہے کہ کبھی ان کو سراہا گیا اور کبھی نظر انداز کر دیا گیا۔ آج خواتین سنجیدگی سے تنقیدیں لکھ رہی ہیں اس لیے موجودہ اور آنے والی نسلوں سے توقع کی جاتی ہے کہ خواتین تنقید نگاروں کی روایت کو آگے بڑھانے میں وہ اہم رول ادا کریں گیں۔

○